کلمہ حق رئیس التحریر

# اشک آباد کے مذاکرات اور مولانا سمیع الحق کی پیشکش

گزشتہ دنوں دو اچھی خبریں پڑھنے کو ملیں اور ذہن کی سکرین پر خوشی کی کرنیں جھلملانے لگیں۔ ایک خبر اشک آباد میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مذاکرات کی کامیابی کی ہے جو کم و بیش سبھی اخبارات نے شائع کی ہے اور دوسری مولانا سمیع الحق کی طرف سے مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ اتحاد کی پیش کش ہے جو انہوں نے "اوصاف" کو انٹرویو دیتے ہوئے کی ہے۔ افغانستان کے بارے میں ایک مضمون راقم الحروف نے عرض کیا تھا کہ استعماری قوتوں کی دیرینہ خواہش ہے کہ افغانستان شمال اور جنوب میں تقسیم ہو جائے اور شمال میں ایک ایسی ریاست قائم ہو جو کابل کی نظریاتی اسلامی حکومت اور وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کے درمیان "بفر اسٹیٹ" کا کام دے۔ اس تقسیم کو روکنے کے لیے ضروری تھا کہ یا تو طالبان شمالی اتحاد کے خلاف مکمل فتح حاصل کر کے پورے افغانستان پر کنٹرول حاصل کر لیں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو شمالی اتحاد کو اعتماد میں لے کر عالمی مداخلت کے امکانات کو کم سے کم کرنے کی صورت اختیار کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے راستے میں خاطر خواہ کامیابی نہ ملنے پر طالبان نے دوسرا راستہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے جو عالمی حالات کے موجودہ تناظر میں آخری چارہ کار کے طور پر بہتر ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ مذاکرات مزید آگے بڑھے تو افغانستان میں ایک مستحکم حکومت کے قیام اور تباہ حال افغانستان کی تعمیر نو کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم اس مفاہمت کا خیر مقدم کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کریں اور افغان قوم کے لیے بہتر مستقبل کا زینہ بنائیں۔ (آمین)

اس میں جہاں اطمینان کا ایک پہلو ہے کہ مذاکرات میں طالبان کا سامنا جنرل دوستم اور جنرل عبد المالک جیسے کمیونسٹ لیڈروں سے نہیں بلکہ پروفیسر برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود جیسے جہادی راہ نماؤں سے ہے۔ جن سے تمام تر اختلاف کے باوجود روسی جارحیت کے خلاف دس سالہ جہاد افغانستان میں ان کے نمایاں کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اگر باہمی اختلافات پر خوش اسلوبی سے قابو پالیا جائے تو وہ طالبان کے فطری اور نظریاتی حلیف ثابت ہو سکتے ہیں مگر اس میں خدشے کا ایک پہلو بھی موجود ہے کہ کابل میں مشترکہ قومی حکومت کے قیام سے افغانستان کا رخ ایک خالص نظریاتی اور بے لچک اسلامی ریاست کی بجائے عالمی برادری کے لیے قابل قبول مسلم ریاست کی طرف موڑا جا سکتا ہے اور ہمارے خیال میں ان مذاکرات کی کامیابی کے بعد عالمی اداروں کی جدوجہد اسی ہدف کے لیے وقف ہو جائے گی کہ دیگر بہت سے مسلم ممالک کی طرح افغانستان بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے دنیا کے موجودہ عالمی کلچر اور بین الاقوامی سسٹم کا ایک قابل قبول یا کم از کم گوارا حصہ بن جائے اور عالم اسلام کی دینی تحریکات کا وہ خواب پورا نہ ہونے پائے جو وہ دنیا کے نقشے پر ایک خالص نظریاتی اور مثالی اسلامی ریاست کے ابھرنے کے حوالہ سے ایک عرصہ سے دیکھ رہی ہیں۔ بہرحال یہ طالبان کی قیادت کا امتحان ہے اور ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی طرز پر خالص اور اصلی اسلام کے ساتھ ان کی کمٹ منٹ اگر قائم رہی تو انہیں اسلامی تحریکات کے نظریاتی کارکنوں کی حمایت، دعائیں اور تعاون بدستور حاصل رہے گا۔

مولانا سمیع الحق کی طرف سے مولانا فضل الرحمٰن کو اتحاد کی پیش کش کے حوالہ سے عرض ہے کہ جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایم آر ڈی کی شکل میں پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کا مسئلہ اختلاف کا باعث تھا۔ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ اور ان کے رفقاء پیپلز پارٹی کے ساتھ ایم آر ڈی میں شریک کار بننے کے خلاف تھے اور مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ جماعتی راہ نماؤں کا ایک بڑا گروہ ایم آر ڈی میں شامل ہو گیا تھا۔ جمعیت علماء اسلام دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ درخواستی

گروپ اور دوسرا فضل الرحمٰن گروپ کہلایا۔ راقم الحروف اس کشمکش میں حضرت درخواستیؒ کے ساتھ تھا اور ان کے گروپ کا ایک سرگرم کردار تھا۔ ایم آر ڈی ختم ہوئی تو وجہ اختلاف ختم ہو جانے کی وجہ سے بہت سے جماعتی حلقوں کی طرف سے تحریک ہوئی کہ اب جمعیت کو پھر سے متحد ہو جانا چاہیے کیونکہ پالیسی کا کوئی نمایاں اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔ راقم الحروف بھی اتحاد کی اس کوشش میں پیش پیش رہا اور اب بھی ہے۔ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ اور مولانا فضل الرحمٰن کے درمیان اتحاد طے پا گیا اور جمعیت علماء اسلام کے متحد ہونے کا اعلان کر دیا گیا مگر حضرت درخواستیؒ کی جمعیت کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء نے اس اتحاد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مولانا سمیع الحق گروپ کے نام سے الگ گروپ بنا لیا جو ابھی تک قائم ہے۔ اسی وجہ سے جمعیت علماء اسلام اب بھی دو دھڑوں میں منقسم نظر آتی ہے اور اس کے اتحاد کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو رہی۔

اس صورت حال میں سرحد اور بلوچستان میں دونوں دھڑوں کے اختلافات اور قومی انتخابات میں ایک دوسرے کے مقابلہ کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام کی پارلیمانی قوت دن بدن سکڑتی جا رہی ہے اور ملک بھر میں نفاذ اسلام، عالمی استعمار کے عزائم کی روک تھام اور قومی مسائل میں ایک مضبوط آواز کے طور پر جدوجہد کا وہ مقام اور کردار جمعیت علماء اسلام کو حاصل نہیں رہا جو بیس سال قبل اسے حاصل تھا اور جمعیت علماء اسلام کے نظریاتی کارکنوں اور اس کے بہی خواہ علماء کرام کی یہ خواہش حسرت میں بدلتی جا رہی ہے کہ اے کاش! جمعیت علماء اسلام ایک بار پھر متحد ہو کر قومی سیاست میں اپنا جائز مقام بحال کر لے۔ اس پس منظر میں مولانا سمیع الحق کے اعلان پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی اور مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں دو گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ انہیں یاد ہو گا کہ ۹۵ء کے عام انتخابات سے پہلے مولانا عبد الحفیظ مکی اور راقم الحروف ان دونوں حضرات اور ان کے علاوہ مولانا اعظم طارق کے پاس حاضر ہوئے تھے اور گزارش کی تھی کہ

- جمعیت علماء اسلام کو متحد کر کے حسب سابق ایک جماعت کی شکل دے دی جائے۔
- یہ قابل عمل نہ ہو تو جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑے اور سپاہ صحابہ انتخابی اتحاد بنا کر اکٹھے الیکشن لڑیں
- یہ بھی مشکل ہو تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ جن سیٹوں پر باہمی مقابلہ ہوتا ہے اور آپس کے مقابلہ کی وجہ سے سیٹیں ضائع ہو جاتی ہیں ان پر باہمی انڈرسٹینڈنگ کر کے باہمی مقابلہ سے گریز کیا جائے تاکہ انتخابی حلقے محفوظ رہیں۔

اس وقت ہماری یہ گزارشات قبول نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ تجاویز ہماری طرف سے آج بھی موجود ہیں اور ایک بار پھر گزارش ہے کہ دونوں راہنما ان کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں۔

دوسری گزارش ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد، امریکی استعمار کے عزائم کے مقابلہ اور دینی مدارس و مراکز کے تحفظ جیسے اہم اہداف کی خاطر دیوبندی مکتب فکر کی اکثر و بیشتر دینی و سیاسی جماعتوں کا ایک متحدہ محاذ "مجلس عمل علماء اسلام پاکستان" کے نام سے گزشتہ سال قائم ہوا تھا جس میں جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑے اور سپاہ صحابہ بھی شامل ہیں مگر کچھ ذہنی تحفظات کی وجہ سے دونوں جماعتوں کی قیادت خود اس میں آگے آنے سے گریز کر رہی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ متحدہ محاذ ایک اچھا فورم ہے اور اگر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق خود آگے بڑھ کر اس کی قیادت کریں تو علماء دیوبند کی منتشر قوت کو ایک بار پھر متحد کیا جا سکتا ہے اور دونوں لیڈروں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ دیوبندیوں کی قوت اگر کسی بھی حوالہ سے متحد ہو گی تو اس کا سیاسی فائدہ انہی دو قائدین کو ہو گا اس لیے حوصلہ کر کے آگے بڑھیں اور علماء اور کارکنوں کی دعائیں لیں۔